ڈاکٹر روبینہ شاہین
شعبہ اردو، وقار النساء پوسٹ گریجویٹ کالج برائے خواتین
راولپنڈی

شرر کی سوانح عمری ''خواجہ معین الدین چشتی'' کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ

Khawaja Moin-ud-din Chishti is an Islamic figure par excellence. Islam flourished during his period in the Indo- Pak sub-continent. Sharer highlighted the life of Khwaja Moin-ud-Din Chishti so that people may develop love for people and a feeling of nationhood. Khawaja Moin-ud-din Chishti was born in 6th century. It was a time when Islam was undergoing a critical period. Moin-ud-din Chishti travelled to many countries and learned numerous languages. Finally he settled in Ajmair Sharif and spread Islam through his great and valuable Islamic teachings.

خواجہ معین الدین چشتی کی شخصیت ایک عالمگیر شخصیت کا درجہ رکھتی ہے ۔ یہ شخصیت اہل ہند کی ایک مانوس شخصیت تھی ۔ خاص طور پر مسلمانوں کے دلوں میں ان کا درجہ، مقام اور مرتبہ بہت بلند ہے ۔ ان کی شخصیت کا عرصہ دراز سے احترام چلا آتا ہے ۔ خواجہ صاحب کے تاریخی حالات آپ کے سفر اور آپ کے مبارک ہاتھ سے ارض ہند میں اسلام کی شمع روشن ہونے اور نور عرفان کا چمکنا شرر کے لیے باعث کشش بنا ۔ انہوں نے ان کو بیان کرنا قوم کے حق میں چنداں مفید سمجھا۔ دین و دنیا کی فلاح و بہبود انھیں خواجہ صاحب کی زندگی میں نظر آئی، عرفان و نیکی کی معراج کا عکس خواجہ کی شخصیت میں دکھائی دیا ۔ انہی جذبات نے شرر کے دل میں جوش و ولولہ پیدا کیا ، اور انہوں نے رسالہ ''العرفان'' میں وعدہ بھی کیا تھا ۔ ''......مشائخ طریقت اور بزرگان دین کی سوانح عمریاں برابر سلسلہ وار شائع ہوا کریں گی ۔''[۱] اس وعدہ کی پاسداری کرتے ہوئے شرر نے یہ سوانح عمری لکھی تھی ۔ شرر کی اس سوانح عمری میں عقیدت مندی کا اظہار جا بجا نظر آتا ہے ۔ شرر کا یہ جذبہ بھی اس سوانح عمری کی تخلیق میں کارفرما ہے کہ آپ کو دین کے ابلتے ہوئے چشمے کے خشک ہونے کا افسوس ہے اور مسلمانوں کی دنیوی امارت کے لٹ جانے کا بھی غم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں احساس قومیت ،دین سے محبت، کامیاب و کامران زندگی بسر کرنے کے جذبے کو ابھارنے کے لیے انہوں نے مشائخ کی سیرت نگاری کی تا کہ مسلمانوں کو اندازہ ہو سکے کہ دین کے اصول و ضوابط پر کاربند رہ کر انسان ولی اللہ بن جاتا ہے اور پھر پوری دنیا اس ولی کامل کی مطیع و فرمانبردار دکھائی دیتی ہے ۔ مسلمان جس قوم سے تعلق رکھتے ہیں اس میں بہت سے کامل ولی گزرے ہیں جو نہ صرف پوری دنیا بلکہ اہل ہند کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہیں ۔ شرر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کی یہ سوانح جس انداز سے لکھی ہے اس کے متعلق لکھتے ہیں :

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ شرح مورخانہ اصول پر اختصار کے ساتھ اور نہایت سادگی سے لکھی گئی ہے ۔ نہ اس میں زیادہ کرامتیں مذکور ہیں ، نہ آپ کی تعلیموں اور آپ کی بارگاہ فیض سے فیض یاب ہونے والوں کا تذکرہ ہے ۔ صرف آپ کے صحیح صحیح حالات و واقعات مجمل طور پر بیان کر دیئے گئے ہیں ۔[۲]

اس اقتباس سے ثابت ہوا کہ شرر نے یہ سوانح عمری مورخانہ اصول پر لکھی ہے ۔ اس کی خوبی یہ ہے کہ یہ مختصر اور جامع

ہے ۔اس میں سادگی کا عنصر پایا جاتا ہے ۔شرر نے اس میں خواجہ معین الدین چشتی کی کرامات ،تعلیم اور فیوض و برکات کا ذکر بہت کم کیا ہے ۔ اس کتاب کے مطالعے سے خواجہ صاحب کی زندگی کے حالات و واقعات کا پتہ چلتا ہے ۔یہ کتاب چالیس(۴۰) صفحات پر مشتمل ہے ۔مختصر ہوتے ہوئے بھی اس میں جامعیت کا عنصر موجود ہے ۔اس کتاب میں عنوانات موجود نہیں ہیں ۔اس تصنیف کے لیے شرر نے تحقیق و جستجو سے کام نہیں لیا۔ وہ خود اس کو معمولی تحریر سمجھتے ہیں ۔اس لیے کہ یہ تصنیف انہوں نے اپنے رسالہ ''العرفان'' میں اشاعت کی غرض سے لکھی تھی ۔ بقول شرر:

> میں یہ عرض کرنے پر مجبور ہوں کہ ایک عمدہ تصنیف کے لیے جیسی جستجو اور تحقیق و تنقید کی ضرورت ہے اس رسالہ کی تصنیف میں نہیں کی گئی ۔ بلکہ یہ ایک بہت ہی معمولی تحریر ہے ۔ جو کہ ایک ماہوار رسالہ میں شائع کرنے کے لیے سرسری طور پر لکھی گئی ہے ۔[۳]

اگرچہ شرر نے یہ تصنیف سرسری طور پر تیار کر کے شائع کی تھی ۔لیکن پبلک میں ان کی یہ تحریر بہت ہی مقبول ہوئی ۔ پہلی بار اس کی ۴۰۰ جلدیں ضرورت و اشاعت سے زیادہ چھاپی گئی ۔لیکن ساری جلدیں بہت جلد پبلک نے ہاتھوں ہاتھ لیں ۔شرر نے اپنی زندگی ہی میں اس کا دوسرا ایڈیشن قدردانوں کے ہاتھوں میں دیا۔اس کی وجہ یہ تھی کہ اس تصنیف کی طلب کے لیے خطوط شرر کو ملتے تھے ۔جس کی بناء پر اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کیا گیا لیکن اس نئے ایڈیشن میں بقول شرر:''کسی قسم کا تغیر و تبدل اور رد و بدل نہیں کیا گیا بلکہ یہ بعینہ اسی پہلے ایڈیشن کی نقل ہے ۔''[۴] ابتداء میں شرر اس کتاب کے بارے میں اپنا نقطہ نظر واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔اگرچہ ان ولی اللہ کے حالات متعدد رسالوں میں شائع ہو چکے ہیں لیکن ان حالات میں اور ان حالات میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ:

> حضرت خواجہ کے حالات متعدد رسالوں کی حیثیت میں شائع ہو گئے ہیں ۔اور گو نہایت مختصر اور بہت مجمل ہیں ۔مگر جوش عقیدت انھیں بازار میں پھیلائے ہوئے ہے ۔اسی لیے ہمیں یقین ہے کہ ہمارے ولی ہند کے یہ حالات جو العرفان کے صفحوں کو برکت وعزت بخشتے ہیں زیادہ لطف و دلچسپی سے دیکھے جائیں گے ۔ اگر حالات میں نہیں تو طرز عبارت اور طرز بیان میں بہت کچھ جدت ہے ۔ اور وہ پر شوق آنکھوں کے متوجہ کرنے کے لیے کافی ہے ۔[۵]

اس تصنیف کے مطالعے سے شرر کا یہ دعویٰ پورا ہوتا نظر آتا ہے کہ جس طرز عبارت اور طرز بیان اور مؤرخانہ اصول کے تحت یہ حالات لکھے ہیں وہ دلچسپ اور متوجہ کرنے کے لیے کافی ہیں ۔اس کتاب کے مطالعے سے شرر کا تاریخی شعور بھی اجاگر ہوتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں :''مجھے یقین ہے کہ مشائخ اور کشف و کرامات کے جو یا اس لائف کو زیادہ پسند نہ کریں گے مگر وہ لوگ جو اگلی دنیا کی ہر چیز کو مورخانہ نظر سے ملاحظہ فرماتے ہیں ۔ان کی نظر میں یہ رسالہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ۔''[۶] اس کتاب میں کشف و کرامات پر بہت کم مواد موجود ہے ،لیکن شرر نے جو چیز اس کتاب میں پیش کی ہے اس کی خوبی یہ ہے کہ:''غالباً آپ کی تمام سوانح عمریوں کے خلاف اس کتاب میں ان تمام ملکوں اور شہروں کی کیفیت اور تمدنی حالت وضاحت کے ساتھ نظر آئے گی ۔جن میں آپ کا گزر ہوا تھا۔''[۷] شرر نے چھٹی صدی ہجری کے درمیانی زمانہ، ہندوستان اور ساری دنیائے اسلام پر روشنی ڈالی ہے ۔اور اس دور کے حالات و واقعات مختصراً بیان کیے ہیں ۔شرر نے غزنویہ کے خاتمہ، خاندان غوریہ کی بنیاد کا ذکر کیا ہے کہ اس دور میں ارض ہند میں انقلاب برپا تھا ۔ایک طرف غزنویوں کا استقبال ہو رہا تھا اور دوسری طرف غوری ارض

ہند کے ان علاقوں کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں پہلے کسی غیر حملہ آور قوم کی رسائی نہ ہوتی تھی ۔ ہند کے برعکس ایستان اور خراسان کی حالت بہت خراب تھی ۔ یہاں کسی قسم کا نظم ونسق نہ تھا ۔ ایک طرف تو ملاحدہ اور باطنین تھے اور دوسری طرف پولیٹیکل جھگڑے تھے ۔ تاتاریوں کے ہاتھوں سلطان سنجر کو شکست کا سامنا کرنا پڑا ۔

> خواجہ صاحب چھٹی صدی ہجری کے درمیانی زمانہ میں پیدا ہوئے ۔ اور یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مختلف ممالک میں اسلام ایک نازک دور سے گزر رہا تھا ۔ جگہ جگہ خانہ جنگیاں برپا تھیں ۔ وسط ایشیا تاتاریوں کی لوٹ مار اور فتنہ فساد کی جولا نگاہ بنا ہوا تھا ۔ ہندوستان میں دولت غزنویہ کا چراغ ٹمٹما رہا تھا۔ اس آفت خیز زمانہ میں آپ کا وطن بھی زمانہ کی دستبرد سے محفوظ نہ تھا ۔ اس علاقہ میں بھی وحشی لیڈروں کا زور تھا ۔ اور ملک ان کے رحم پر تھا ۔ عام تباہی اور بربادی پھیلی ہوئی تھی ۔ اور ہر شہر میں ملاحدہ اورفرقہ باطنیہ کی بدعات کا دروازہ کھلا ہوا تھا ۔ [۸]

خواجہ صاحب کی پیدائش کے وقت ہندوستان اور خراسان کی کیا حالت زار تھی ؟ اس کا نقشہ شرر نے صحیح طور پر کھینچا ہے ۔ شرر نے خواجہ صاحب کی زندگی کے ابتدائی دور پر کم لکھا ہے لیکن اس دور کی سیاسی و سماجی صورتحال پر تفصیلاً روشنی ڈالی ہے ۔ شرر نے عربی تاریخوں سے مواد اخذ کیا ہے ۔ ان کے عہد کی صحیح تصویر کشی کی ہے ۔ وہ خود لکھتے ہیں :''اس کی ترتیب کے وقت عربی تاریخوں میں اس عہد کے حالات پر سب کچھ غور کیا گیا ہے ۔ اور اس زمانے کی سچی تصویر دکھائی دی گئی ہے ۔ جن میں آپ تھے ۔''[۹] شرر نے مختلف واقعات بیان کیے ہیں لیکن اس سوانح عمری میں سفر کے حالات و واقعات تفصیلاً بیان ہوئے ہیں ۔ شرر نے زیادہ زور اس پہلو پر دیا ہے کہ آپ نے کن کن علاقوں کا سفر کیا؟ دوران سفر کون کون سے علوم حاصل کیے؟ خواجہ نے سمرقند اور بخارا اور پھر ارض مغرب کی طرف سفر کیا ۔ موضع ہارون میں گئے ۔ ان سفروں کے دوران آپ نے قرآن پاک حفظ کیا اور دیگر علوم ظاہری حاصل کیے ۔ تفسیر و حدیث، فقہ اور دیگر فنون شریعہ و دینیہ حاصل کیے ۔ آپ نے موضع ہارون شیخ عثمان یارونی سے فیض حاصل کیا اور بقول شرر:''استدعا کی کہ آپ مجھے اپنے عقیدت کیش فیض پانے والوں اور اپنے پیروں اور مریدوں میں شامل فرمائیں ۔''[۱۰] سوانح عمری میں بعض جگہ دعائیہ انداز بھی دکھائی دیتا ہے مثلاً ایک مقام پر وہ خدا تعالیٰ سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں :''خداوندا ان مقدس بزرگان معرفت اور ان عالی مرتبہ جادہ پیمان حقیقت کے طفیل میں ہمارے گناہوں سے درگزر اور ہمیں ان کے انوار قدس سے فیض پہونچا، آمین ۔''[۱۱]

شرر نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے کمالات اور آپ کے مدارج و معارج حقیقت میں بلند مقام تک پہنچنے کی صورت حال کو موثر انداز سے بیان کیا ہے ۔ لکھتے ہیں :''آپ نے اس زمانے میں جس قسم کی عبادتیں کیں اور جیسے جیسے مجاہدے فرمائے ۔ ہمارے ہی لیے نہیں بڑے بڑے اہل اللہ اور فرشناسان حقیقت کی نظر میں بھی قابل حیرت ہیں ۔''[۱۲]

خواجہ صاحب نے بغداد کا بھی سفر کیا ۔ شرر نے شہر بغداد کو علم وفضل کا مرکز ومنبع قرار دیا ہے ۔ شرر نے مختلف روایات کا ذکر بھی کیا ہے ۔ اور اس روایت کو غلط ثابت کیا ہے ۔ کہ بعض لوگوں نے جو لکھا ہے ۔ آپ سے حضرت غوث الاعظم و شیخ عبدالقادر جیلانی کی بھی ملاقات ہوئی تھی ۔ شرر نے اس کو غلط ثابت کیا ہے ۔ اور بتایا ہے کہ جب خواجہ صاحب بغداد تشریف لے گئے تھے تو اس سے قبل ہی شیخ عبدالقادر جیلانی کا وصال ہو چکا تھا ۔ شرر نے بغداد کی صورت حال اور خلافت عباسیہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ۔

خواجہ صاحب نے جہاں جہاں کا سفر کیا شرر جب ان کے سفروں پر روشنی ڈالتے ہیں تو ان جگہوں کی تاریخی صورتحال کا بھی ذکر کرتے ہیں۔جس کے مطالعے سے اس دور کی سیاسی صورتحال کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔شرر نے خواجہ صاحب کے مختلف اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔معرفت کے راستے کی بھی کئی ایک منازل ہیں۔شرر نے ان پر روشنی ڈالتے ہوئے پہلی منزل سلوک بتاتی ہے۔جس وقت حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے سرزمین ہندوستان میں قدم رکھا اس وقت کی صورت حال پر شرر نے مؤرخانہ نظر ڈالی ہے۔اور خاص طور پر ہندوستانی بت پرستی کا تذکرہ چھیڑا ہے۔برصغیر پاک و ہند میں آ کر حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے قیام کیا۔ہندوستان کی صورت حال پر روشنی ڈالتے ہوئے شیخ محمد اکرم رقمطراز ہیں۔

......آپ کے آنے سے پہلے تمام ہندوستان میں کفر و بت پرستی کا رواج تھا۔اور ہند کا ہر ایک سرکش ''انا ربکم الاعلیٰ'' کا دعویٰ کرتا تھا۔اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک سمجھتا تھا اور وہ سب پتھر، ڈھیلے، درخت، چوپائیوں اور گائے اور ان کے گوبر کو سجدہ کرتے تھے۔اور کفر کی تاریکی سے ان کے دلوں کے تالے اور بھی مضبوط ہو رہے تھے۔[۱۳]

ان کے قیام کے محرکات پر شرر نے روشنی ڈالی ہے۔ہندوستان کے سوا اور کوئی ملک ایسا نہ تھا جہاں کے لوگ زیادہ گمراہ کن زندگی بسر کر رہے تھے۔جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے یہ صورت حال دیکھی ہوگی تو ان کے دل پر کیا بیتی ہوگی؟۔یہی سب سے بڑا محرک تھا۔جس نے خواجہ صاحب کو یہاں قیام پر اکسایا۔شرر نے اس محرک کو اپنے انداز سے یوں بیان کیا ہے۔

......ایک حقیقت شناس صاحب معرفت اور دریا وحدت میں ڈوبے ہوئے ولی اللہ کے دل پر یہ حالت دیکھ کے کیا اثر ہوا ہوگا۔اسے یقیناً نظر آیا ہوگا۔کہ اس سے زیادہ کوئی ملک ہدایت کا محتاج نہیں اور حق پرست کا پہلا فرض یہی ہے کہ ان بندگان خدا کی ہدایت و دستگیری کرے اور انھیں عذاب آخرت کے اندیشوں سے چھڑا کے نجات کا امیدوار بنائے۔چنانچہ یہ خیال دل میں آتے ہی حضرت خواجہ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا۔اور وہ ولی اللہ جس کی اتنی زندگی ادھر اُدھر جانے شہروں شہروں پھرنے اور دشت و در کی خاک چھاننے میں بسر ہوئی تھی اور جس کی ظاہری حالت بتا رہی تھی کہ کسی جگہ ایک مہینے کے لیے بھی نہیں ٹھہر سکتا۔اس کی یہ حالت ہوگئی کہ بلا تامل ہندوستان میں ٹھہرنے ایک جگہ جم کے بیٹھے اور خدا کے بندوں کو اس کی راہ راست کی طرف متوجہ کرنے پر آمادہ ہوگیا۔[۱۴]

شرر نے اس سوانح عمری میں خواجہ صاحب کے قیام کے بارے میں لکھا ہے چاہے وہ قیام زیادہ دیر کے لیے تھا یا مختصر عرصے کے لیے سب جگہوں کے بارے میں بھی تھوڑا بہت لکھا ہے۔مختلف شہروں، مختلف ملکوں جہاں جہاں سے خواجہ کا گزر ہوا اس کی تاریخ ان جگہوں کی سیاسی و تمدنی صورت حال پر سوانح نگار نے روشنی ڈالی ہے۔ہندوستان میں تین جگہوں سے خواجہ کا گزر ہوا۔لاہور، دہلی اور اجمیر ان تینوں کے بارے میں شرر نے اپنے خاص انداز سے روشنی ڈالی ہے۔شرر نے ان اسباب و علل پر بھی روشنی ڈالی ہے کہ لاہور کی جگہ دہلی اور پھر دہلی کی جگہ اجمیر خواجہ کا مسکن ٹھہرا۔شرر نے ہندوستان کی حالت زار کا ذکر دل سوز انداز میں کیا ہے۔دہلی میں خواجہ صاحب کے طرز تبلیغ پر بھی روشنی ڈالی ہے۔اس عہد میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان تعصب کی فضا برقرار تھی۔اس کا اندازہ بھی اس سوانح عمری سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔پوری کتاب کے مطالعے سے صرف ایک ہی مآخذ کا پتہ چلتا ہے۔تاریخ فرشتہ کے علاوہ کسی کتاب کا ذکر نہیں ہوا ہے۔آپ کے سفروں اور

قیام اجمیر کے متعلق شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں :

بغداد ، ہرات ،تبریز ، بلخ سے ہوتے ہوئے حضرت خواجہ غزنی کے رستے ہندوستان آئے اور پہلے لاہور پہنچے ۔مشہور ہے کہ یہاں آپ نے حضرت داتا گنج بخش کے مزار پر چلہ کشی کی ۔ لاہور سے (بقول بعض تذکرہ نگاران) آپ ملتان تشریف چلے گئے ۔ جہاں آپ نے طویل قیام کر کے ہندوستانی زبان میں مہارت کاملہ حاصل کی۔اس کے بعد آپ دہلی آئے ۔اور تھوڑا عرصہ یہاں قیام کر کے اجمیر کا رخ کیا۔ جو ابتداء میں اجمیر و دہلی کے راجہ کا دارالخلافہ اور دہلی سے بھی زیادہ اہم مقام تھا۔[۱۵]

سوانح عمری میں آپ کی کرامتوں، آپ کی تعلیم اور بارگاہ فیض پر بہت کم روشنی ڈالی گئی ہے۔زیادہ تر آپ کے سفر و سیاحت کا ذکر ہے ۔ان شہروں کے بیان میں وہاں کے حاکموں ، وہاں کی سیاسی صورت حال اور تہذیب وتمدن پر روشنی ڈالی گئی ہے ۔ زیادہ جستجو اور تحقیق وتنقید کا پہلو یہاں نظر نہیں آتا ۔شرر نے ان کے سفر کے حالات و واقعات بیان کیے ۔لیکن آپ کے صاحب دیوان ہونے پر روشنی نہیں ڈالی ۔ ان کی زندگی کا ایک پہلو یہ بھی تھا،جس سے اکثر لوگ ناواقف تھے ۔آپ شاعر بھی تھے ، آپ کے اشعار کی تعداد آٹھ ہزار کے قریب ہے۔ فارسی شعراء کے مشہور تذکرہ ''آتش کدہ'' میں آپ کی دو رباعیات موجود ہیں۔سید الیاس رضوی لکھتے ہیں:

حضرت خواجہ اجمیری کی متعدد سوانح عمریاں وقتاً فوقتاً مختلف مصنفین نے لکھی ہیں ۔اور وہ اپنے اپنے رنگ میں غنیمت میں ۔لیکن اس جدید معیار پر وہ پوری نہیں اتر سکیں ۔ وہ صرف حضرت خواجہ بزرگ کی زندگی کے واقعات سے پر ہیں لیکن ان سے خواجہ بزرگ کی زندگی کے مقصد اور اس کے مختلف پہلوں پر روشنی نہیں پڑسکتی ۔ ان سے بعض ایسے واقعات بھی مفقود ہیں جو موجودہ زمانہ میں ایک لائف کے لیے ضروری ہے ۔ ایک ایسے بزرگ رہنما کی لائف جو ہندوستان میں اسلام کی اشاعت وتبلیغ کا آفتاب ہوا ہے ۔ان واقعات سے بالکل خالی ہو جو اس کی زندگی کا نصب العین تھے اور جس کے لیے اس نے اپنی عمر گرانمایہ صرف کی ۔[۱۶]

حضرت خواجہ اجمیر علیہ الرحمۃ کے اسلامی کارنامے آج بھی مسلمانوں کے لیے تازیانہ عبرت اور دعوت عمل کا ثبوت دے رہے ہیں ۔

☆☆☆

حواشی

۱۔ عبدالحلیم شرر، خواجہ معین الدین چشتی، دلگداز پریس لکھنو، ۱۹۲۷ء، ص ا

۲۔ ایضاً، ص۲ ۳۔ ایضاً، ص۲

۴۔ ایضاً، ص ۲ ۵۔ ایضاً، ص۳

۶۔ ایضاً، ص ا ۷۔ ایضاً، ص ا

۸۔ سید الیاس رضوی، سوانح عمری خواجہ معین الدین چشتی، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، س۔ن، ص ۱۱

۹۔ عبدالحلیم شرر، خواجہ معین الدین چشتی، دلگداز پریس، لکھنو، ۱۹۲۷ء، ص ۱

۱۰۔ ایضاً، ص ۱۰ ۱۱۔ ایضاً، ص ۱۲ ۱۲۔ ایضاً، ص ۱۴

۱۳۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، فیروز سنز، راولپنڈی، ۱۹۵۸ء، ص ۲۲۷

۱۴۔ عبدالحلیم شرر، خواجہ معین الدین چشتی، ص ۲۸، ۲۹

۱۵۔ شیخ محمد اکرام، آب کوثر، ص ۲۲۵

۱۶۔ سید الیاس رضوی، سوانح عمری خواجہ معین الدین چشتی، ص ۷